اختلافات آئمہ

موطا امام محمد

برائے طلباء درجہ سابعہ

{ششماہی اوّل}

از قلم: محمد آفاق عطاری درجہ سابعہ

متعلم۔ جامعۃ المدینہ فیضان میاں میر علیہ الرحمہ

اپر مال روڈ مرکز الاولیاء

لاہور

باب القراءۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام

عند المالکیۃ:

امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سری نماز میں قراءۃ جائز جبکہ جہری نماز میں سورۃ فاتحہ کی قراءۃ ناجائز ہے۔

والحنبلیہ:

امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے

دلیل:

"واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون"

عند الشوافع:

امام شافعی کا ایک قول مذکورہ مسئلہ کی طرح ہے مگر راجح یہ ہے کہ وہ سری اور جہری دونوں نمازوں میں قراءۃ کرے گا۔

دلیل:

حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز فجر میں کھڑے تھے۔ ایک شخص نے قراءۃ کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قراءۃ شاق گزری۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ شاید تم امام کے پیچھے

قراءۃ کرتے ہو، ہم نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو مگر صرف سورۃ فاتحہ میں کہ بے شک اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

عند الاحناف:

احناف کے نزدیک مقتدی سری اور جہری دونوں نماز میں قراءۃ نہیں کرے گا۔

دلیل:

مضمون حدیث پاک کہ جس مقتدی کے لئے امام ہو تو امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہوگی۔

باب صلوۃ الخوف:

اختلاف صرف افضلیت میں ہے۔

عند الشوافع والحنبلیہ:

ان کے نزدیک نماز خوف کا طریقہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ گروہ ہو اور دوسرا دشمنوں کی طرف پھر جب ایک رکعت مکمل ہو جائے تو امام کھڑا رہے اور وہ گروہ اپنی نماز مکمل کر کے دشمنوں کی طرف رخ کر لے اب دوسرا گروہ آئے اور امام کے ساتھ دوسری رکعت پوری کرے اور خود بھی نماز پوری

کر کے نماز مکمل کرے انہوں نے ابن ماجہ
اور ترمذی کے حوالے سے یہی طریقہ بیان
فرمایا۔

عند المالکیۃ۔

امام مالک یہ قول زیادہ
کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتظار فرماتے
رہے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ سلام پھیرا۔
انہوں نے بعد میں اپنے قول سے رجوع کر
لیا تھا۔

عند الاحناف۔

عبد بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب
نماز خوف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا
امام امامت کے لئے آگے بڑھے اور دشمنوں
میں سے ایک گروہ کو نماز پڑھائے جب یہ
گروہ ایک رکعت ادا کر چکے تو سلام نہ
پھیرے اس دوران دوسرا گروہ ان کے اور
دشمن کے درمیان موجود رہے گا اور
نماز نہ پڑھے گا اس پہلے گروہ کے ایک رکعت
پورا کرنے پر یہ دوسرے گروہ کی جگہ سنبھال
لیں اور وہ آکر امام کے پیچھے دوسری رکعت
میں شامل ہو جائیں امام دو رکعت پڑھ
کر فارغ ہو جائے کیونکہ اس کی دو رکعتیں
ہو جائیں گی اگر ابھی اپنی رہی ہوئی
ایک ایک رکعت پوری کریں اس طرح
دونوں گروہوں کی دو دو رکعتیں ہو جائیں

گی اگر خوف زیادہ ہو کہ اس طرح نہ پڑھی جائے گی تو اپنے اپنے پاؤں پر کھڑے قبلہ رو ہو کر یا سواریوں پر قبلہ رو ہو کر یا جدھر منہ کر سکیں نماز پڑھیں۔

"الاب الجنائز"

"باب المراۃ تغسل زوجھا"

عورت کے اپنے شوہر کی میت کو غسل دینے کے جواز میں سارے متفق ہیں اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا مرد اپنی بیوی کی میت کو غسل دے سکتا ہے کہ نہیں۔

أئمہ ثلاثہ:

أئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ مرد کا اپنی عورت کی میت کو غسل دینا جائز ہے۔

دلیل:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا۔

عند الاحناف:

مرد کا اپنی بیوی کی میت کو غسل دینا جائز نہیں ہے۔

دلیل:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کہ حضور علیہ السلام سے عورت کے متعلق غسل دینے

کے بارے میں پوچھا گیا جہاں صرف مرد ہی ہوں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "پاک مٹی سے اسے تیمم کرایا جائے"
اس میں حضور علیہ السلام نے کوئی تخصیص نہیں کی کہ شوہر ہو یا باپ اور اس میں حکمت یہی ہے کہ مرنے کے بعد عورت مرد کے لئے اجنبیہ ہو جاتی ہے اور کوئی تعلق باقی نہیں رہتا حالانکہ اسکے بر عکس ایسا نہیں۔

غسل دینے والے پر غسل ہے یا نہیں

عند المالکیۃ:
امام مالک فرماتے ہیں کہ غسل مستحب ہے اور میں اسے واجب نہیں سمجھتا۔
عند الحنبلیہ:
امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جس نے میت کو غسل دیا میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اس پر غسل لازم نہ ہو۔
عند الشوافع:
امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر غسل واجب نہیں ہے۔
بعض شوافع:
بعض شوافع ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس پر غسل واجب ہے۔

بعض شوافع کا جواب:

حضرت ابو ہریرہ والی حدیث کا جواب کئی طریقوں سے دیا جا سکتا ہے ان میں سے ایک یہ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی روایت میں اکیلے ہیں اور تفرد حدیث کے مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس پر عموم بلوی ہو جبکہ ایسا نہیں ہے لہذا یہ حدیث مقبول نہیں۔

عند الاحناف:

احناف کے نزدیک میت کے غسل دینے والے پر وضو اور غسل میں سے کچھ لازم نہیں ہے۔ ہاں اگر غسل دیتے وقت پانی کپڑوں پر لگ جائے تو اسے دھو لینا چاہیے۔

دلیل:

عبداللہ بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ ابو بکر صدیق کو ان کی بیوی اسما بنت عمیس نے غسل دیا پھر وہاں موجود مہاجرین صحابہ سے پوچھا میں روزے سے ہوں اور سردی بھی بہت ہے تو کیا مجھ پر نہانا فرض ہے سب نے کہا نہیں۔

معلوم ہوا غسل دینے والے پر نہ وضو لازم ہے نہ ہی غسل۔

باب ما یکفن به المیت

عند الشوافع والحنابلہ:

ان کے نزدیک میت کو تین

کپڑوں میں کفن دیا جائے گا اور اس میں قمیص اور عمامہ شامل نہیں۔

دلیل:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ حضور علیہ السلام کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اور اس میں قمیص اور عمامہ نہیں تھے۔

عند الاحناف والمالکیہ:

ان کے نزدیک قمیص بھی کفن میں داخل ہے۔

دلیل:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور علیہ السلام کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا قمیص، لفافہ اور ازار میں۔

حدیث عائشہ کا مطلب:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کا یہ معنی ہے کہ قمیص اور عمامہ تین علاوہ تھیں اس لئے انہوں نے ان تین میں شمار نہ کیا۔

تین پر زیادتی کا موقف

عند الاحناف والشوافع:

تین سے زائد کپڑوں میں کفن دینا کسی کے نزدیک مکروہ نہیں جبکہ وہ وتر کی حالت میں ہو۔

دلیل:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے واقد کو پانچ

کپڑوں میں کفن دیا قمیص، عمامہ اور تین لفافوں میں۔

ایک کپڑے سے کفن دینا

ضرورت کے وقت ایک کپڑے سے بھی کفن دیا جا سکتا ہے۔

دلیل:

جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو آپ نے ایک چادر کے علاوہ کچھ نہ چھوڑا تو انہیں اسی میں کفن دیا گیا۔

باب المشی بالجنازة والمشی معها

جنازے کو جلدی لے کر جانا:

احناف کا موقف

ہے کہ جنازے کو جلدی لے کر چلنا چاہیے کیونکہ اگر وہ اچھی میت ہو تو جلدی چلنا اسے اچھی جگہ جلدی لے جائے گا اور اگر وہ برا جنازہ ہو تو مسلمان اسے جلد اپنے کندھے سے اتار دیں گے ان کے علاوہ کسی اور کا کوئی موقف نہیں ہے۔

عند الحنابلہ:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ پیدل چلنے والے کے لئے جنازے کے آگے چلنا افضل جبکہ سوار کے لئے جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔

دلیل:
ترمذی شریف میں موجود مرفوع حدیث پاک حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ سوار کے لئے جنازے کے پیچھے چلنا آسان جبکہ پیدل چلنے والے کے لئے آگے، دائیں اور بائیں طرف چلنا آسان ہے۔

عند الشوافع والمالکیہ:
ان دو اماموں کے نزدیک جنازے کے آگے چلنا افضل ہے۔

دلیل:
امام زہری سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنازے کے آگے چلتے تھے ان کے بعد خلفاء یہاں تک کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی معمول رہا۔

عند الاحناف:
احناف کے نزدیک جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے۔

دلیل:
عبداللہ ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کہ جنازہ متبوع ہوتا ہے (یعنی اس کی اتباع کی جاتی ہے) اور اسکے کوئی نہیں ہوتا جو اس سے مقدم ہو۔
ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ جب جنازے میں عورتیں بھی ہوتیں تو حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا ہاتھ تھام کر جنازے کے آگے چلتے اور اسکے علاوہ جنازے کے پیچھے چلتے تھے۔ جناب اسود حضرت عبداللہ

ابن مسعود اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں کافی عرصہ تک صحبت اختیار کی ہے۔

"باب المیت لا ینتفع بنا بعد موتہ"

"اس باب میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

باب القیام للجنازۃ

مذہب جماعۃ:

فقہاء کی ایک جماعت کا موقف ہے منسوخ ہے منسوخ نہیں ہوا۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ قیام کا حکم استحباب کے لئے جبکہ ترک بیان جواز کے لئے تھا اور یہ موقف مراد لینا نسخ کا حکم لگانے سے افضل ہے۔

عند الحنابلہ:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کھڑا ہو تو ہم اسے منع نہیں کریں گے اور اگر وہ کھڑا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بقیہ ائمہ ثلاثہ:

امام احمد بن حنبل کے علاوہ تینوں مذاہب کا یہ موقف ہے کہ جنازے کے لئے کھڑا ہونا پہلے مشروع تھا بعد میں اس کو ترک کر دیا گیا۔

دلیل:

احادیث کی کتاب میں حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو جایا کرتے تو آپ علیہ السلام کے قریب سے یہود کا ایک گروہ گزرا تو انہوں نے کہا ہم بھی اسی طرح کریں گے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ان کی مخالفت کرو۔

باب الصلوۃ علی المیت والدعاء

عند الشوافع:

امام شافعی علیہ الرحمہ تکبیر اولی کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

دلیل:

ترمذی شریف کی حدیث مبارکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر چار تکبیریں پڑھی اور پہلی کے بعد سورہ فاتحہ کی قراءۃ کی۔

عند الاحناف:

احناف کے نزدیک تکبیر اولی کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے ہاں اگر دعا کی نیت سے پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

دلیل:

کتاب میں موجود ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث اسکی دلیل ہے۔

باب الصلوۃ علی الجنازۃ فی المسجد

عند الشوافع والمالکیہ:

ان کے نزدیک میت کی نماز جنازہ مسجد میں ہوگی۔

دلیل:-

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ مسجد میں ہی پڑھایا گیا۔

عند الاحناف:-

احناف کے نزدیک میت کی نماز جنازہ مسجد میں نہیں بلکہ خارج مسجد میں ہو گی۔

دلیل:-

ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہمیں جو پہنچا وہ یہ کہ مدینے میں جو جنازے کی جگہ تھی وہ خارج مسجد تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نماز جنازہ مسجد میں عذر (فتنے کے خوف) کی وجہ سے پڑھا گیا تھا۔

باب یحمل الرجل المیت الخ

میت کو غسل دینے، خوشبو لگانے اور جنازے کو اٹھانے سے وضو لازم نہیں ہوتا۔

← جو ابو ھریرہ سے مروی ہے کہ غسل دینے سے غسل کرنا چاہیے اور جنازے کو اٹھانے والے کو وضو کرنا چاہیے اس حدیث کو تمام ائمہ کے نزدیک استحباب پر محمول کیا جائے گا۔

"باب الرجل تدرکہ الصلاۃ الخ"

اگر نماز جنازہ کا وقت ہو گیا اور جنازہ سامنے ہے جبکہ شخص غیر طاہر ہے تو اگر اسے خوف ہے کہ اگر اس نے وضو کیا تو نماز

ضرورت ہو جائے گی تو اسے چاہیے کہ تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھے۔

دلیل:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر جنازہ آ جائے اور تم بغیر وضو ہو تو تیمم کرو۔

باب الصلوة علی المیت الخ

عند الشوافع والحنابلہ:

میت کو دفن کرنے کے بعد اس پر نماز جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔

دلیل:

کتاب کے باب میں موجود حدیث دلیل ہے۔

عند الاحناف والمالکیہ:

ان کے نزدیک دفن کرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا مشروع نہیں۔

دلیل:

اکثر مستند علماء کا یہ موقف ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے جیسے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کے لئے نجاشی کی میت ظاہر کی گئی یہاں تک انہوں نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھائی اسی طرح عمران بن حصین سے مروی کہ صحابہ کرام کھڑے ہوئے اور صف بنائی اور تمام کا یہی گمان تھا کہ جنازہ ان کے سامنے ہے۔

عند الشوافع و الحنابلہ:
ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ پانچ تکبیریں ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ چھ تکبیریں ہیں اور زر بن حبیش سے روایت کرتے ہیں کہ سات تکبیریں ہیں اور انس اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ تین تکبیریں ہیں۔

عند الاحناف:
کتاب میں مذکور حدیث نمبر 316 میں سعید بن مسیب سے مروی حدیث دلیل ہے۔

باب ما روی أن المیت الخ

عند البخاری:
امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث کافر کے ساتھ مختص ہے۔

عند الجمہور:
جبکہ اکثر محدثین کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے مگر مومن کا عذاب سے مراد یہ ہے کہ فرشتہ اسے تو بیخ کرتے ہیں۔

"باب القبر یتخذ مسجدًا الخ"

حدیث مبارکہ میں جو انبیاء کی قبروں کو مساجد بنانے کا بیان ہے تمام علماء کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو ہی مساجد بنا لیتے تھے

اور انہیں معبود سمجھ کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ اس کے برعکس اگر کسی نبی یا اولیاء کرام کی برکت حاصل کرنے کے لئے ان کی قبر کے قریب مسجد بنائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

عند الشوافع والحنابلہ:

کسی بھی قبر پر جائز نہیں ہے۔ امام شافعی حرام یا کراہیت کا قول فرماتے ہیں۔

دلیل:

عمرو بن حزم سے مرفوعاً روایت کہ: "لا تقعدوا علی القبور"

عند الاحناف:

قبر سے ٹیک لگانا جائز ہے قبر پر بیٹھنے سے جو منع کیا گیا ہے اسے تغوط (پاخانہ) کے لئے بیٹھنے پر محمول کیا جائے گا۔

بخاری میں نافع سے مروی کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قبروں پر بیٹھا کرتے تھے۔

طحاوی شریف میں ثقہ راویوں سے مروی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر پر بیٹھا کرتے۔

کتاب الزکوٰۃ

"باب الکنز"

کنز کا ایک معنی مال جمع کرنا اور دوسرا معنی مال کو زمین میں دفن کرنا ہے۔ اور شرعی طور پر کنز وہ مال ہوتا ہے جس پر زکوٰۃ واجب تھی پر ادا نہیں کی گئی۔

اس باب میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

باب الزکاۃ الفطر

عند الشوافع:-

جو ایک دن کی خوراک پر قادر ہے اس پر بھی صدقہ فطر لازم ہے۔

عند المالکیہ:-

امام مالک صاحب النصاب پر لزوم صدقہ فطر کا قول فرماتے ہیں چاہے مال نامی ہو یا غیر نامی۔

عند الاحناف:-

احناف کا بھی امام مالک والا ہی قول ہے چاہے مال پر سال گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو۔

ہر مسلمان پر اپنے غلاموں اور بچوں کی طرف سے لازم ہے اسکی مقدار ایک صاع کھجور یا جو اور نصف صاع گندم آٹا وغیرہ اور حضور علیہ السلام نے عید گاہ کی طرف نکلنے سے پہلے اسکا حکم فرمایا یہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت ہے۔

باب القران بین الحج والعمرۃ

حج افراد:
جس میں صرف حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔
اس حج کرنے والے کو مفرد کہتے ہیں۔

حج تمتع:
حج کے مہینوں میں عمرہ کرکے وہیں سے حج کا احرام باندھے اس حج تمتع کہتے ہیں۔

حج قران:
حج اور عمرہ دونوں کے احرام کی نیت کرے اس حج قران کہتے ہیں۔

عند الشوافع والمالکیہ:
ان کے نزدیک حج افراد افضل ہے۔

عند الحنابلہ:
امام احمد بن حنبل کے نزدیک حج تمتع افضل ہے۔

عند الاحناف:
احناف کے نزدیک حج قران افضل ہے

دلیل:
علامہ بدر الدین عینی علیہ رحمہ ذکر کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا "جس قربانی جیسی ہو اسے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھنا چاہیے"

عقلی دلیل:

کیوں کہ اس میں دو عبادتیں ہوتی ہیں کہ اور مشقت بھی زیادہ ہے تو یہ ایک عبادت سے افضل ہوا کہ اس میں دو طواف دو بار سعی پھر احرام کھولا جاتا ہے تو عبادت میں مشقت زیادہ ہونے کی وجہ سے حج قران افضل ہوا۔

حج قران سے افضل حج:

اگر کوئی عمرہ کرے پھر گھر لوٹ جائے اور حج کے مہینوں میں دوبارہ حج کے لئے آئے تو احناف و دیگر ائمہ کے نزدیک یہ قران سے بھی افضل ہے کیوں کہ اس میں زیادہ مشقت ہے مگر ایسے حج کے افضل ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ عمرہ حج کے مہینوں کے علاوہ ہو دوسرا یہ کہ وہ گھر واپس لوٹ کر بھی جائے۔

"باب المحرم یتزوج"

عند اہل المدینہ:

اہل مدینہ فرماتے ہیں کہ محرم کا نکاح باطل ہے۔

دلیل:

غطفان بن طریف فرماتے ہیں کہ ان کے باپ طریف نے حالت احرام میں نکاح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے باطل قرار دیتے ہوئے رد فرما دیا۔

عند اہل مکہ:

اہل مکہ محرم کے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں۔

دلیل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احرام کی حالت میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

ان کی روایت کو وجہ ترجیح حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھانجا ہونے کی وجہ سے دی گئی کیونکہ یہ ان کے گھر کا معاملہ ہے جسے وہ بہتر جانتے ہیں۔

"باب نکاح بغیر ولی"

عند الشوافع و الحنابلہ:

ان کے نزدیک بغیر ولی کی اجازت کے نکاح جائز نہیں۔

دلیل:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔

عند الاحناف:

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح جائز ہے۔

دلیل:

اس لئے کہ بلوغت کے بعد ہر کوئی اپنے نفس کا خود مالک ہوتا ہے یہاں اگر عورت غیر

کفو میں یا کم مہر پر نکاح کرے تو اولیاء کو اجازت ہے کہ وہ اس کا نکاح فسخ کروا سکتے ہیں۔

کتاب الضحایا و تمام

کچھ مسائل:

← اگر اونٹ پانچ سال کا ہے تو جائز
← اگر گائے یا اسکی جنس دو سال کی ہے تو جائز۔
← اگر بکری یا اسکی جنس ایک سال کی ہے تو جائز۔
← صرف بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ بلا قید جائز ہے۔

کیونکہ یہ حضور علیہ السلام سے ثابت ہے کہ ام بلال رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا بھیڑ کا چھ سال کا بچہ قربانی میں جائز ہے۔

"باب مایکرہ من الضحایا"

کچھ مسائل:

کتاب کی حدیث پاک میں جن جانوروں میں نقص کی وجہ سے قربانی ناجائز ہے ان نقائص کی ترتیب درج ذیل ہے۔

1 لنگڑا ہونا: اتنا کہ چل کر قربان گاہ تک نہ جا سکے۔
2 اندھا ہونا: اگر اندھا پن نصف سے زیادہ ہو۔
3 بیمار ہونا: اتنا کہ بیماری کی وجہ سے بالکل ناکارہ ہو گیا۔
4 کمزور ہونا: جس کی کمزوری بالکل ظاہر ہو تو جس کی بالکل ختم ہو چکی ہو۔

ان کے علاوہ دیگر عیوب بھی ہیں جو دیگر احادیث

سے ثابت ہیں مگر یہاں مذکور نہیں۔

باب لحوم الاضاحی

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ پہلے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے سے ممانعت تھی مگر بعد میں اجازت مل گئی۔

عند الشوافع:

ان کے نزدیک ممانعت پہلے ہی کراہت تنزیہی کے حکم میں تھی۔

عند الاحناف:

پہلے والا حکم منسوخ اور بعد میں جو اجازہ ملی تھی وہ اس کی ناسخ تھی۔

دلیل:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابو بشر مکی کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قربانی کے گوشت کو تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تھا پھر اسکے بعد فرمایا کھاؤ، ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔

باب الرجل یذبح اضحیہ الخ

عند المالکیہ:

امام مالک علیہ رحمہ فرماتے ہیں جب امام خطبہ دے لے پھر اپنا جانور ذبح کرے پھر دوسروں کے لئے قربانی کا وقت داخل ہو گا۔

عند الشوافع:

امام شافعی علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ اگر اتنا وقت گزر جائے جس میں امام نماز اور دو خطبے پڑھ لے تو اتنے وقت کے گزرنے کے بعد قربانی جائز ہو گی۔

عند الاحناف:

احناف کا موقف یہ ہے کہ وقت قربانی کا دارومدار جگہ پر ہے یعنی اگر ایسی جگہ ہے جہاں عید کی نماز پڑھنا واجب ہے وہاں قربانی عید کی نماز کے بعد ہی جائز ہے اور اگر ایسی جگہ ہے جہاں عید کی نماز پڑھنا واجب نہیں جیسے گاؤں وغیرہ وہاں طلوع فجر کے بعد قربانی جائز ہے۔

باب ما یجزی من الضحایا الخ

عند المالکیہ والحنابلہ:

ان کے نزدیک ایک مینڈھے میں ایک سے زائد بندے شریک ہو سکتے ہیں۔

دلیل:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال دو مینڈھے ذبح فرماتے ایک اپنے اور اپنے اہل بیت کی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔

عند الاحناف:

احناف کے نزدیک بکری میں صرف ایک ہی حصہ ہو سکتا ہے ایک سے زائد کی نیت کی تو کسی کی قربانی نہ ہو گی۔

سات حصوں کا بیان:

گائے اور اونٹ میں صرف سات حصے جائز ہیں اس سے کم یعنی پانچ یا چھ ہو سکتے ہیں مگر آٹھ نہیں ہو سکتے۔

دلیل:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک اونٹ
کی سات آدمیوں کی طرف سے قربانی دی ان سے پوچھا
گیا کہ گائے؟ تو فرمایا وہ بھی سات کی طرف سے۔

بکری میں صرف ایک حصہ ہونے کی وجہ:

بکری، اونٹ اور گائے
میں سے ہر ایک کے اندر اسکا اپنا ایک ہی خون ہوتا ہے تو
قیاس یہ ہے کہ جب کسی جانور کا خون ایک ہے تو قربانی
بھی ایک شخص کی طرف سے ہونی چاہیے جب گائے اور
اونٹ وغیرہ میں حدیث کی صراحت آ گئی تو اسکے حکم
میں تبدیلی آگئی وہ یہ کہ سات کی شرکت جائز ہو گئی جبکہ
بکری کے بارے میں کوئی صراحت نہیں آئی تو یہ قیاس کے
پیش نظر ایک ہی کی طرف سے ہوگی۔

"باب الذبائح"

عند الائمہ ثلاثہ:

اگر دانت اور ناخن کے علاوہ
ہر اس آلے سے جو خون بہا سکتا ہے قربانی کی
تو جائز ہے

دلیل:

ابن ابی شیبہ نے رافع سے روایت کی کہ حضور
علیہ السلام نے فرمایا۔ ہر وہ آلہ جو خون بہائے مگر دانت
اور ناخن (جانور حلال ہو جائے گا)

عند الاحناف:

اگر ان کے ذریعے بھی قربانی کی تو جانور
حلال ہو جائے گا۔ یعنی دانت اور ناخن کے ذریعے
ذبح کرنے سے۔

دلیل ۱:

حضرت عدی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی فرمایا کہ یہ وہ آلہ جو خون بہا دے (جانور حلال کر دیتا ہے).
(متفق علیہ)

دلیل:

حضرت رافع سے بھی مروی حضور علیہ السلام نے فرمایا. (یہ وہ جانور) جو آلہ خون بہا دے اور اس پر اللہ عزوجل کا نام ذکر کیا جائے تو اسے کھاؤ.
(متفق علیہ)

"کتاب البیوع"

عریہ:

اس کی صورت یہ ہے کہ باغ کا مالک کچھ کھجوریں کسی کو ہبہ میں دے دے پھر اس پر موہوب لہ کا آنا جانا گراں گزرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ کھجوریں موہوب لہ سے اندازے کے ساتھ خرید لے اور اس کے بدلے میں کاٹتے وقت چھوہارے (خشک کھجوریں) دے دے۔

عند المالکیہ و الحنابلہ:

ان کے نزدیک بیع عرایا صرف ہبہ کی ایک قسم ہے اسے بیع محض صورت کے اعتبار سے کیا جائے گا اور یہ صرف پانچ وسق سے کم میں جائز ہے۔

عند الشوافع:

ان کے نزدیک یہ حقیقتاً بیع ہے اور پانچ وسق یا اس سے کم میں جائز ہے۔

عند الاحناف:

امام اعظم علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ اس سے بیع مراد لی جائے تو یہ درست نہیں اور اگر ہبہ مراد لیا جائے تو بالکل جائز ہے۔

باب ما یکرہ من بیع الثمار الخ

صلاحیت سے قبل پھلوں کی بیع میں تین صورتیں ہیں

پہلی صورت:

مشتری اس شرط پر پھل خریدے کہ پھل درخت پر ہی لگے رہیں گے پکنے تک اس میں ائمہ کا اختلاف درج ذیل ہے۔

عند ائمہ ثلاثہ:

ان کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور اس کی علت حدیث پاک ہے۔

دلیل:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے بائع اور مشتری کو پھلوں کی بیع انکی صلاحیت ظاہر ہونے سے قبل سے منع فرمایا۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پھلوں کی اس بیع کے باطل ہونے کی علت پھلوں کی صلاحیت کا عدم ظہور ہے۔

عند الاحناف:

احناف کے نزدیک بھی یہ بیع باطل ہے مگر علت مختلف ہے۔ وہ یہ کہ اس سے غیر کی ملکیت میں تصرف پایا جاتا ہے جو کہ الیت

نہیں ہے اس لئے یہ بیع باطل ہے۔

دوسری صورت:

دوسری صورت یہ کہ وہ پھلوں کی خرید اس شرط پر کرے کہ وہ پھلوں کو فوراً توڑ لے گا۔

عند الائمہ:

تمام کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں پھلوں کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق نہیں ہوتا کیونکہ مشتری نے اپنا حق خود ضائع کیا ہے۔

تیسری صورت:

تیسری صورت یہ ہے کہ مشتری مطلقاً پھلوں کی بیع کرے اور اس میں کسی طرح کی شرط نہ لگائے۔

عند ائمہ ثلاثہ:

ان کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس کو پہلی صورت پر محمول کرتے ہیں۔

دلیل:

پہلی صورت والی حدیث دلیلاً بیان کرتے ہیں۔

عند الاحناف:

احناف کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔

دلیل:

دلیل یہ دیتے ہیں کہ مشتری مسلمان ہے اور اسے پتا ہے کہ پھل درختوں پر لگے رہیں سے غیر کی ملکیت میں تصرف ہوگا جو کہ جائز نہیں تو اسکی نیت یہی ہوگی کہ وہ توڑ لے پھل توڑلے تو اس صورت کو اسکی نیت پر محمول کرتے ہوئے بیع جائز قرار دے دی گئی۔

صلاحیت میں اختلاف

عند ائمہ ثلاثہ:

ان کے نزدیک اگر پھل میں مٹھاس آجائے تو یہ اس کے ظہور صلاحیت کی علامت ہے۔

عند الاحناف:

احناف کے نزدیک اگر پھل آفات سے محفوظ رہے اور پک کر سرخ یا زرد ہوجائے تو یہ اسکے ظہور صلاحیت کی علامت ہے۔

باب الرجل یبیع بعض الثمر الخ

عند الشوافع والمالکیہ:

اگر مستثنیٰ پھل درخت پر لگے ہیں تو جائز نہیں ہے۔

دلیل:

اس لئے کہ مستثنیٰ منہ مجہول ہے۔ اور جہاں مجہول شئی ہو وہاں صورت مفضی الی المنازعہ ہوتی ہے لہذا یہ صورت جائز نہیں۔

عند الاحناف:-
احناف کے نزدیک یہ بیع درست

ہے
دلیل:-
مسئلہ یہی ہے کہ جب مستثنی اور مستثنی منہ
مجہول ہوں تو بیع ناجائز ہوتی ہے مگر یہاں
ایسا نہیں بلکہ یہاں مستثنی اور مستثنی منہ دونوں
معلوم ہیں تو بیع جائز ہے بخلاف حمل اور اطراف
حیوان کی بیع کے کیونکہ اسکی بیع جائز نہیں۔

باب ما یکرہ من بیع التمر بالرطب

عند الائمہ ثلاثہ:-
ان کے نزدیک تر کھجوروں کی بیع
خشک کھجوروں کے بدلے جائز نہیں نہ ہی متفاضلاً
اور نہ ہی یداً بید امام محمد علیہ رحمہ بھی یہی فرماتے ہیں۔
دلیل:-
کتاب کے باب میں موجود " 764 " نمبر حدیث
دلیل کے طور پر بیان کرتے ہیں۔
عند امام اعظم:-
امام اعظم علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ
دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے۔
دلیل:-
وہ فرماتے ہیں کہ دو صورتیں ہیں یا
تو چھوہارے بذات خود (بنفسہٖ) کھجوریں ہیں
تو اس حدیث " التمر بالتمر مثلاً بمثل " کی وجہ
سے جائز ہے اور اگر وہ مختلف ہیں تو اس

حدیث "اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم" کی وجہ سے بیع جائز ہے۔

ائمہ کی دلیل کا جواب:

امام اعظم فرماتے ہیں کہ ائمہ کی بیان کردہ حدیث کا مدار ابو عیاش پر ہے اور وہ ان راویوں میں سے ہے جن کی روایت مقبول نہیں۔

باب مالم یقبض من الطعام وغیرہ

عند المالکیہ:

امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ غلہ کے علاوہ تمام تصرفات میں بیع جائز ہے۔

دلیل:

وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مخصوص طور پر غلہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

عند الحنابلہ:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر مبیع مکیلی یا موزونی شئی ہو تو قبضہ سے پہلے اسکی بیع ناجائز ہے اور اسکے علاوہ اشیاء میں جائز ہے۔

عند الشوافع:

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ طعام اور غیر طعام تمام اشیاء کے تصرفات میں قبضہ سے پہلے فروخت جائز نہیں۔

دلیل:

وہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث

مبارکہ تمام اشیاء کو شامل ہے لہذا اس میں تمام اشیاء
شمار ہونگی یہی امام محمد کا بھی قول ہے۔

عند الاحناف:۔
احناف فرماتے ہیں کہ اگر مبیع غیر منقولہ
شئی ہے تو اسکی بیع قبل قبضہ جائز ہے اور اگر
مبیع منقولہ ہے تو جائز نہیں۔

دلیل:۔
ممانعت سے ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ کہیں
وہ مبیع ہلاک نہ ہونے کی وجہ سے بیع فسخ نہ
ہو جائے اور یہ ہلاکت کا پایا جانا غیر منقولی
اشیاء جیسے زمین وغیرہ میں بہت کم ہوتا ہے۔

"باب الرجل یبیع المتاع الخ"

عند الشوافع:۔
امام شافعی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر بائع
یا مدیون یہ کہتا ہے کہ نقد رقم دے / لے لو تو
رقم کم ہو جائے گی تو اس طرح کرنا جائز ہے۔

دلیل:۔
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ جب بنی نضیر نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہمارے لوگوں پر
قرض ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
"قرض میں کمی کردو اور جلدی لے لو۔"

عند الاحناف والمالکیہ:۔
ان کے نزدیک ایسا کرنا جائز
نہیں ہے۔

دلیل :
کتاب کے باب میں موجود 768 نمبر حدیث
دلیل ہے ۔

امام شافعی کا جواب :
ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ
حدیث حرمت ربا کا حکم نازل ہونے سے پہلے
کی ہے اس لیے مقبول نہ ہوگی ۔

باب الرجل یشتری الشعیر بالحنطة

عند المالکیہ :
امام مالک علیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ
گندم کی جو کے بدلے میں بیع کمی بیشی کے ساتھ
جائز نہیں اسکے علاوہ جائز ہے یعنی برابر برابر جائز
ہے ۔

دلیل : کتاب کے باب میں موجود 769 نمبر حدیث اور
اس کے علاوہ فرماتے ہیں کہ یہاں اتحاد جنس کی بجائے
اتحادِ منفعت مقصود ہے لہذا اس اتحاد کے
پیش نظر کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز نہ ہوگی ۔

عند الاحناف :
غلہ (گندم) کی جو کے بدلے بیع
کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے ۔

دلیل :
عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور
علیہ السلام نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے، چاندی
چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے
کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے برابر

اور نقد یعنی ہاتھوں ہاتھ ہو پھر جب ان اشیاء کی جنس مختلف ہو جائے تو تم جیسے چاہو بیع کرو جبکہ وہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔

یہ حدیث مذکورہ حدیث کے مقابلے میں معروف ہے اور ابن سعد بن کی ایک جماعت نے الخبیر جرح و تعدیل کے روایت کیا ہے معلوم ہوا کہ یہ زیادہ مضبوط ہے۔

باب الرجل یبیع الطعام الخ

عند المالکیہ:

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک جب ایک شخص کسی کو ادھار غلہ دے پھر ثمن کے بدلے کوئی اور شئی لے لے تو یہ مکروہ ہے۔

دلیل:

کتاب کے باب میں موجود 770 نمبر حدیث کہ ابن مسیب اور ابن یسار ایسی بیع کو مکروہ جانتے تھے۔

عند الاحناف:

مذکورہ صورت احناف کے نزدیک جائز ہے۔

دلیل:

جو ہم نے پہلے ذکر کیا تھا کہ قبضہ سے پہلے بیع اس لئے جائز نہیں کہ مبیع کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہوتا ہے یہاں مسئلہ ویسا نہیں بلکہ یہاں مبیع کھا جائے ثمن کے بدلے بیع ہو رہی ہے اور ثمن میں ہلاک ہونے کا خوف نہیں ہوتا لہذا ایسا کرنا

جائز ہے

کراہیت کی وجہ:

پہلے جو دو صحابہ کرام کے بارے میں کراہت کا قول ہے وہ جہل کی تہمت کو مد نظر رکھتے ہوئے تھا کسی امر شرعی کی وجہ سے نہیں۔

باب ما یکرہ من التنجش و تلقی الخ

عند المالکیہ و الحنابلہ:

نجش اور تلقی السلع مطلقاً ناجائز ہے مگر نجش والی بیع ہو جانے کے بعد کا حکم مختلف ہے ان دو ائمہ کے نزدیک یہ بیع فاسد ہو گئی۔

عند الشوافع و الاحناف:

ان کے نزدیک بیع ہو جائے گی مگر نجش کرنے والا گناہ گار ہو گا

دلیل:

کتاب کے باب میں موجود 771 نمبر حدیث دلیل ہے ناجائز ہونے کی۔

باب الرجل یسلم فیما یکال

بیع سلم:

ایسی بیع کا نام ہے جس میں ثمن نقد دیا جاتا ہے اور مبیع اس وقت مہیا نہیں ہوتی۔

عند الشوافع:

شوافع کہتے ہیں کہ بیع سلم حاضر اور غیر حاضر اشیاء اور حالی اور مقررہ مدت سب میں جائز ہے اور اگر میعاد مقررہ ہو تو بھی جائز ہے

عند الحنابلہ و الاحناف:

احناف کے نزدیک بیع سلم ماخو

اشیاء میں جائز نہیں کیونکہ اس میں میعاد مقررہ

کی شرط لگانا واجب ہے اس کے ساتھ اگر

میعاد مقرر نہ ہو تو بیع سلم جائز نہیں۔

دلیل:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا "جو

بیع سلم کرنا چاہے وہ معلوم پیمانہ یا معلوم

وزن میں معلوم مدت تک کرے"

اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔

باب بیع البراءۃ

عند الشوافع:

اگر بائع نے اس طرح براءۃ کا اظہار کیا

کہ مبیع میں عیب کو بیان کر دیا یا اس کو عیب

کی خبر نہ تھی تو ان دونوں صورتوں میں وہ بری

الذمہ ہو جائے گا اور اگر اسے عیب کی خبر تھی

مگر اس نے مشتری کو نہ بتایا اور بری الذمہ ہونے

کی شرط لگائی تو وہ بری الذمہ نہ ہوگا۔

دلیل:

کتاب کے باب میں موجود حدیث بیان

کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کو عیب کے بارے میں معلوم ہوتا تو وہ قسم

اٹھا لیتے مگر انہوں نے نہ اٹھائی تو حضرت عثمان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبیع کو واپس کرانا امام شافعی

کے قول کی تائید کرتا ہے۔

عند الاحناف والمالکیہ:

ان کے نزدیک یہ موقف ہے کہ اگر بائع نے یہ کہا کہ مبیع تمہارے سامنے ہے اس میں اچھی طرح دیکھ بھال کر لو بعد میں کسی عیب کے نکلنے کا میں ذمہ دار نہ ہوں گا تو اب میں بری الذمہ ہو جائے گا۔

دلیل:

حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ رحمہ اللہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ہر عیب سے بری الذمہ ہونے کی شرط کے ساتھ بیع کو جائز قرار دیتے تھے۔

امام شافعی کا جواب:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر قسم کے عیب سے بری الذمہ ہونے کی بیع کو جائز قرار دیتے تھے۔ آپ ایک جلیل القدر صحابی اور مجتہد ہیں اسی طرح عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مجتہد تو ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد سے اختلاف ہو سکتا ہے۔

باب بیع الغرر

اس کی چند مشہور صورتیں:

1. معدوم چیزوں کی بیع۔
2. باغات کے پھلوں کی ان کے بور آنے سے قبل بیع۔
3. غیر معلوم اشیاء کی فروخت
4. سمندر میں مچھلیوں کی بیع۔

کہ جانوروں کے حملوں میں موجود کی بیع مشروط
ابھی تمام ہوئے بیع عند زیادتی میں ہو کہ
جائز نہیں۔

عند المالکیہ:

اگر بیع معلوم مدت تک ہو اور
اسکی صفات بھی مختلف ہوں تو ایسی بیع جائز ورنہ
ناجائز ہے۔

عند الشوافع:

امام شافعی حیوان کی بیع کو مطلقاً
جائز قرار دیتے ہیں۔

دلیل:

حضور علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب
کو حکم دیا کہ وہ ایک اونٹ کے بدلے دو
اونٹ خریدیں۔

عند الاحناف:

احناف زیادتی کو مطلقاً ناجائز
قرار دیتے ہیں

دلیل:

اللہ تعالیٰ کے قول "وحرم الربوا" کی
وجہ سے۔

باب بیع المزابنہ

مزابنہ:

درخت پر لگی کھجوروں کی بیع خشک
کھجوروں کے عوض کرنا مزابنہ کہلاتا ہے۔
اسی طرح انگوروں کی خشک انگوروں کے بدلے بیع۔

محاقلہ:

کھیتوں میں موجود گندم کی بیع باہر موجود گندم کے ساتھ کسی پیمانے کے ساتھ کرنا۔ یہ دونوں بیوع ناجائز ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

دلیل:

کتاب کے باب میں موجود احادیث اسکی دلیل ہیں۔

باب شراء الحیوان باللحم

امام محمد علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ اگر حیوان کو مبیع شمار کیا جائے تو اسکی گوشت کے بدلے بیع درست نہ ہوگی کیونکہ حیوان کی مماثلت کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہوتا اور اگر حیوان کو بطور ثمن مراد لیا جائے تو اس صورت میں چونکہ مبیع (گوشت) کا احاطہ ممکن ہوتا ہے لہٰذا بیع درست ہوگی۔

احناف کا موقف:

اگر قدر و جنس دونوں موجود ہوں تو اندازہ اور ادھار دونوں جائز نہیں اور اگر ایک موجود ہو تو اندازہ جائز اور ادھار حرام اور اگر دونوں مختلف ہوں تو اندازہ اور ادھار دونوں جائز ہے۔

اس کے تحت مسئلہ:

اگر بکری کی بیع اونٹ یا گائے کے گوشت کے عوض کی جائے تو قدر و جنس کے مختلف ہونے کی وجہ سے اندازہ اور ادھار دونوں جائز

اور اگر بکری کی بیع بکری کے گوشت کے عوض ہو تو
قدر کے مختلف ہونے کی وجہ سے اندازا بیع جائز
اور ادھار ناجائز ہے ۔